

تحفظِ ناموس رسالت ﷺ

حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی اہل ایمان کے لئے ان کے جان و مال اور عزت و آبرو سے زیادہ عزیز ہے، کیونکہ ہماری روحانی زندگی اور ہمارے ایمان کا دار و مدار آپ کی ذات سے تعلق پر ہے۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ﴾ [الأحزاب: ۶]

”نبی مومنوں پر ان کی جان سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی بیویاں ان کی مائیں ہیں۔“

رسالت پناہ ﷺ کی ذات گرامی ایک مسلمان کے روحانی تشخص کا وسیلہ ہے۔ ان کی نسبت کے بغیر انسان مومن نہیں ہو سکتا بلکہ انسان کی انسانیت کا صحیح مرتبہ ایمان کے بغیر نہیں حاصل ہوتا۔ معاشرتی علوم کے ماہرین کہتے ہیں کہ انسان ایک معاشرتی حیوان (Social Animal) ہے اور انسان روحانیت سے محروم ہو تو واقعتاً وہ ایک حیوان ہی ہے۔ قرآن مجید نے ایمانی شعور سے محروم لوگوں کے لئے کہا ہے:

﴿لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَمَا لَا نَعَامَ لَهُمْ أَصْلَٰ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ﴾ [الأعراف: ۱۷۹]

”ان کے دل ہیں، لیکن ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں۔ یہ لوگ بالکل چار پايوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔“

ایمان روحانی زندگی کی اساس ہے اور ایمان کی اساس حضور اکرم ﷺ کی ذات سے وابستہ ہے۔ اس وابستگی کے کئی مظاہر ہیں مثلاً آپ ﷺ سے محبت، آپ ﷺ کی اطاعت و اتباع آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر اور آپ ﷺ کی نصرت۔

محبت

حضور اکرم ﷺ کی محبت ایک مسلمان کے ایمان کی دلیل ہے۔ اس محبت کے ذریعے سے وہ اپنے ایمان میں پختہ ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اولاد، والد اور تمام انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔“ [صحیح البخاری: ۱۵]

قرآن مجید نے جہاں اللہ کے ساتھ محبت کا ذکر کیا وہیں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ محبت کو بھی شامل کیا ہے۔ مثلاً ﴿قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسْكِنٌ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ

☆ دین فیکٹی آف سوشل سائنسز، WISH یونیورسٹی، اسلام آباد

تحفظ ناموس رسالت ﷺ

﴿قَتَرُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ﴾ [التوبة: ۲۳]

”آپ ﷺ کہہ دیں کہ اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور خاندان کے آدمی اور مال جو تم کھاتے ہو اور تجارت جس کے بند ہونے سے ڈرتے ہو اور مکانات جن کو پسند کرتے ہو، اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تمہیں زیادہ عزیز ہوں تو پھر پھر رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا۔“

اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کو اکٹھے بیان فرمایا: تین چیزیں ہیں جس شخص میں پائی جائیں وہ ایمان کا ذائقہ پائے گا، وہ شخص جو کسی دوسرے شخص سے محض اللہ کی خاطر محبت کرے اور وہ شخص جسے اللہ اور اس کا رسول ان کے سوا ہر شے سے پیارا ہو۔ [صحیح البخاری: ۲۱] یہ غالب محبت اگر موجود نہ ہو تو انسان حقیقی ایمان سے محروم رہتا ہے۔ یہ ایک منافقانہ طرز عمل ہوتا ہے جس میں زبانی محبت کا اظہار ہوتا ہے لیکن دوسری چیزوں کو ترجیح بھی حاصل ہوتی ہے۔

اطاعت و اتباع

ایمان کا دوسرا تقاضا اطاعت و اتباع کا ہے۔ حضور ﷺ کی ذات کو ایک اسوہ کامل بنا کر بھیجا گیا اور مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ آپ کی اطاعت و اتباع کریں بلکہ واضح طور پر کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا ہے کہ رسول کریم ﷺ کی اتباع کی جائے۔

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾
”اے پیغمبر ﷺ لوگوں سے کہہ دیں کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ [آل عمران: ۳۱]

پھر فرمایا: آپ کہہ دیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں۔ اگر نہ مانیں تو اللہ بھی کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ اس اطاعت میں ان تمام حکام کو ماننا شامل ہے۔ جسے حضور اکرم ﷺ نے امت تک پہنچایا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ [النساء: ۶۵]

”آپ کے رب کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کریں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں، تب تک مومن نہیں ہوں گے۔“

آنحضرت ﷺ سے منقول ہے:

”تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش نفس اس کے تابع نہ ہو جائے جو میں لایا ہوں۔“ [السنة لابن ابی عاصم: الرقم: ۳]

تعظیم

تعظیم کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے مقام و مرتبے کا لحاظ رکھا جائے۔ کوئی ایسی بات اور کوئی ایسا کام نہ کیا

ڈاکٹر خالد علوی

جائے جس سے آپ ﷺ کے وقار میں فرق آئے۔ مثلاً حضور اکرم ﷺ کی حیات دینی میں مسلمانوں کو یہ ادب سکھایا گیا کہ آپ ﷺ کی آواز سے اونچی آواز نہ کریں مبادا ان کے اعمال ضائع ہو جائیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنتُمْ لَا تَشْعُرُونَ﴾ [الحجرات: ۳]

”اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو اس طرح ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔“

حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کی تعریف کرتے ہوئے قرآن نے کہا:

﴿قَالِ الَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

”تو جو لوگ ان پر ایمان لائے اور ان کی توقیر و تکریم کی اور حمایت و نصرت کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا، وہی فلاح پانے والے ہیں۔“ [الاعراف: ۵۷]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تعظیم و توقیر کا جو معیار قائم کیا وہ امت مسلمہ کے لئے نمونہ تقلید ہے۔ عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ جو حدیبیہ کے موقع پر قریش کے ایلچی کی حیثیت سے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ بات کرنے آیا تھا، اس نے ابوبکر رضی اللہ عنہ، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا حضور اکرم ﷺ سے تعلق خاطر اور تعظیم و توقیر کا رویہ دیکھا تو واپس جا کر قریش کو جو بیان دیا وہ بہترین مثال ہے۔ اس نے کہا:

”خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم وہ کھنکھار بھی تھوکتے تو کسی نہ کسی آدمی کے ہاتھ پر پڑتا تھا اور وہ کوئی حکم دیتے تھے تو اس کی بجآوری کے لئے سب دوڑ پڑتے تھے اور جب وضو کرتے تھے تو معلوم ہوتا تھا کہ اس کے وضو کے پانی کے لیے لوگ لڑ پڑیں گے۔ اور جب کوئی بات بولتے تھے تو سب اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور فرط تعظیم کے سبب انہیں بھرپور نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ انہوں نے ایک اچھی تجویز پیش کی ہے، اسے قبول کرلو۔“ [صحیح البخاری: ۲۷۳۳]

بیعت عقبہ میں جب اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ اور عباس بن عبادہ بن نھله رضی اللہ عنہ نے انصار کے وفد سے کہا، عباس رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں:

”اگر تمہارا ارادہ یہ ہے کہ جو بلا و اتم اس شخص کو دے رہے ہو اس کو اپنے اموال کی تباہی اور اپنے اشراف کی ہلاکت کے باوجود نباہو گے تو بے شک ان کا ہاتھ تھام لو، خدا کی قسم یہ دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔“

اس پر تمام وفد نے بالاتفاق کہا:

”ہم انہیں لیکر اپنے اموال کو تباہی اور اپنے اشراف کو ہلاکت کے خطرے میں ڈالنے کیلئے تیار ہیں۔“ [ابن ہشام: ۱۰۷۲]

نصرت ایمان کا تقاضا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی مدد کی جائے۔ یہ مدد آپ ﷺ کے پیغام کو غالب کرنے کے لئے بھی ہے اور آپ ﷺ کی ذات اور عزت کی حفاظت کے لئے بھی ہے۔ ابھی سورۃ الاعراف کی آیت مذکور ہوئی ہے اس میں نصرت کا ذکر بھی ہے۔ بنیادی طور پر تو یہ حفاظت و نصرت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی۔ جب آپ نے دعوت کا آغاز کیا تو آپ ﷺ تنہا تھے اور پھر چند ساسی میسر آئے، لیکن مخالفین طاقتور بھی اور شریر بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کنوینی طور پر آپ ﷺ کی حفاظت کا انتظام فرمایا۔ قرآن نے مشرکین مکہ کی منصوبہ بندی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

تحفظ ناموس رسالت ﷺ

﴿وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَبِيرُ الْمَكْرِينِ﴾ [الأنفال: ۳۰]

”اور جب کافر لوگ آپ کے بارے میں چال چل رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا جان سے مار دیں یا وطن سے نکال دیں تو اُدھر وہ چال چل رہے تھے اور اُدھر اللہ تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔“
مشرکین کہ اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود آپ ﷺ کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ قرآن مجید نے تبلیغ رسالت کے سلسلے میں اس حفاظت کا خصوصی طور پر ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ﴾ [المائدة: ۶۷]

”اے پیغمبر ﷺ جو ارشادات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو اور اگر ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ منکروں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

ایسا نہیں ہے کہ مشرکین کے بڑے مجرموں نے آپ کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کی ہو۔ اصل میں ان کی ہر کوشش ناکام ہو جاتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا انتظام کیا ہوا تھا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ابو جہل نے قریش کے لوگوں سے پوچھا: کیا محمد ﷺ تمہارے سامنے زمین پر اپنا منہ ٹکا تے ہیں؟ لوگوں نے کہا: ہاں! اس نے کہا: ”اللات وعزىٰ کی قسم اگر میں نے ان کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو ان کی گردن پر پاؤں رکھ دوں گا اور ان کا منہ زمین میں رگڑ دوں گا۔“ پھر ایسا ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ کر آگے بڑھا تا کہ آپ کی گردن پر پاؤں رکھے مگر یکایک لوگوں نے دیکھا کہ وہ پیچھے ہٹ رہا ہے اور اپنا منہ کسی چیز سے بچانے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ یہ تجھے کیا ہو گیا؟ اس نے کہا میرے اور ان کے درمیان آگ کی ایک خندق اور ایک ہولناک چیز تھی اور کچھ پر تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر وہ میرے قریب پہنچتا تو ملائکہ اس کے پیچھے سے اڑا دیتے۔

[تفسیر طبری: ۲۵۶/۳۰، صحیح البخاری: ۳۹۸۳]

زبان و عمل سے حضور ﷺ کو اذیت دینا، پیغمبرانہ دعوت کے آغاز سے لے کر اب تک کفار و مشرکین حضور اکرم ﷺ کی عزت اور آپ ﷺ کے وقار و ناموس کے درپے ہیں۔ تحفظ کی ایک ذمہ داری تو آپ ﷺ کے رب نے لے رکھی ہے۔ وہ ان اذیتوں کو بے اثر کرنے اور ایذا رسانی کا ارتکاب کرنے والوں کو سزا دینے کا انتظام کئے ہوئے ہے۔ قرآن مجید نے وضاحت کے ساتھ اسے بیان کیا ہے اور جو لوگ اللہ کے رسول کو دکھ دیتے ہیں ان کے لئے دردناک سزا ہے۔ [التوبة: ۶۱]

یہ آیت منافقین کے رویہ پر تنبیہ ہے۔ منافقین حضور اکرم ﷺ کی عیب جوئی کرتے تھے اس پر یہ تنبیہ نازل ہوئی۔ اس مضمون کو دوسری جگہ پر یوں بیان فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا﴾
”جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے پیغمبر کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ [الأحزاب: ۵۷]

مکہ مکرمہ میں مسلمان کمزور تھے اس لئے حضور اکرم ﷺ کی حفاظت مکمل طور پر تکوینی تھی اور مسلمانوں کو اذیتوں

ڈاکٹر خالد علوی

کے مقابلے میں صبر و استقامت کی ہدایت تھی۔ مدینہ طیبہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قوت و اقتدار عطا کیا اور وہ دفاعی طور پر مستحکم ہوئے۔ اب بھی حضور اکرم ﷺ کی حفاظت کے لئے مکی بنی دارہ قائم تھا اور قیامت تک کے لئے قائم رہے گا، لیکن تشریحی طور پر اب امت تحفظ ناموس رسالت میں ذمہ دار ٹھہرائی گئی۔ مدینہ طیبہ میں منافقین اور یہود کی ریشہ دوانیاں جاری تھیں۔ ان کی ایذا رسانی، توہین، استہزاء و استخفاف کا رویہ مسلمانوں کے لئے ایک مسئلہ بن گیا تھا۔ قرآن مجید نے سورہ احزاب ہی میں ان کے بارے میں پالیسی طے کر دی۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا تَقِفُوا أَخْذُوا وَقْتُوا ثَقِيلًا، سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا﴾ [الاحزاب: ۶۰-۶۲]

”اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور مدینہ میں پروپیگنڈہ کرنے والے باز نہ آئے تو ہم ان کے خلاف آپ کو فہم دیں گے پھر وہ اس میں تھوڑے وقت کے سوا نہیں رہ سکیں گے۔ وہ ملعون ہیں۔ وہ جہاں بھی پائے گئے پکڑے جائیں گے اور خوب قتل ہوں گے۔ پہلے لوگوں میں بھی یہی اللہ تعالیٰ کا طرز عمل تھا اور آپ سنت الہی میں ہرگز تبدیلی نہیں پائیں گے۔“

مدینہ طیبہ میں حضور اکرم ﷺ کی عزت و ناموس کے خلاف یہودیوں اور منافقوں کی سرگرمیوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقدامات تحفظ ناموس رسالت کے سلسلے میں نمونہ تقلید فراہم کرتے ہیں۔ ان اقدامات کی حیثیت ریاست کی پالیسی کی ہے، کیونکہ اسلامی ریاست تشریحی طور پر ناموس رسالت کے تحفظ کی ذمہ دار ہے۔ اسلامی ریاست کا اقدام مکی بنی امر کا تشریحی مظہر ہے اس لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقدامات کو رسالت پناہ کی تائید و حمایت حاصل رہی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہودی کعب بن اشرف کی بدزبانی پر آپ ﷺ کے رویہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طرز عمل کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ واقعہ آنے والے ادوار میں ایک مثال کی حیثیت رکھتا ہے۔ امت مسلمہ نے ہمیشہ اس سے استدلال بھی کیا اور رہنمائی بھی حاصل کی ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے تفصیل سے نقل کیا ہے۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی مختصر روایت بھی ہے، اس کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔

جابر بن عبد اللہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کعب بن اشرف کا ذمہ کون لیتا ہے؟ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اسے قتل کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کیا پھر آپ ﷺ مجھے اجازت دیں کہ میں کچھ باتیں کہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا کرنے کی اجازت ہے۔

[صحیح البخاری: ۳۰۳۳]

اسی طرح ایک اور یہودی جو رسول اللہ ﷺ کو اذیت دینے کا مشن اپنائے ہوئے تھا، آپ ﷺ نے عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کے ذمہ لگایا کہ اس سے نجات حاصل کی جائے۔ بخاری ہی کی مختصر روایت درج کی جاتی ہے۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے چند آدمیوں کو ابورافع کی طرف بھیجا۔ عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ جو ان میں شامل تھے رات کے وقت اس کے گھر میں داخل ہوئے اور اسے قتل کر دیا۔

[صحیح البخاری: ۳۰۳۳]

مسلمان اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنے والے شخص کی سزا قتل ہے۔ امام مالک،

تحفظ ناموس رسالت ﷺ

لیث، امام احمد، اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ کا بھی مسلک ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا بھی یہی مقتضی ہے۔ ان سب کے نزدیک اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

[البیہقی: ۶۰/۷]

شعی رحمہ اللہ امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نبی کو گالیاں بیتی اور اعتراض کرتی تھی۔ کسی شخص نے اس کا گلا دبا دیا اور اسے مار دیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کا خون رائیگاں فرما دیا۔

علامہ شوکانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابن منذر رحمہ اللہ نے اس بات پر اُمت کا اجماع نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو مصریاً گالی دینے والا واجب القتل ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے وصال کے بعد اسلامی ریاست کی تنظیم و تنفیذ کی ذمہ داریاں خلفاء راشدین نے سنبھالیں تو ناموس رسالت کا تحفظ اولین فرائض میں سے تھا۔ خلافت راشدہ کے دوران میں سب سے ہم واقعہ مدعیان نبوت کا تھا۔ حضور اکرم ﷺ کی نبوت قیامت اور مابعد تک ہے اس لئے آپ ﷺ کی نبوت کے ہوتے ہوئے کسی نئی نبوت کا اعلان ناموس رسالت ﷺ کی سب سے بڑی توہین ہے۔ ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت کا تقاضا تھا کہ جھوٹی نبوتوں سے بٹھا جائے۔ حضور اکرم ﷺ کی زندگی کے آخری آیام میں بعض طالع آزمائوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور عرب قبائل کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ ان میں سے مسیلہ کذاب نے تو باقاعدہ آپ سے سودا بازی کی جسارت کی۔ ۹ اور ۱۰ ہجری میں جو فدوی نبی ﷺ کے پاس مدینہ آئے ان میں بنی حنیفہ کا وفد بھی شامل تھا۔ مسیلہ اس وفد میں شریک تھا۔ سترہ افراد پر مشتمل اس وفد کے ۱۶ افراد تو حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور مشرف بہ اسلام ہوئے، لیکن مسیلہ تکبر کی وجہ سے نہ آیا۔ آپ ﷺ خود اس کے پاس دار بنت الحارث میں تشریف لے گئے اور اسے اسلام کی دعوت دی۔ آپ ﷺ کے ساتھ آپ کے خطیب ثابت رضی اللہ عنہ بن قیس بن شماس بھی تھے۔ مسیلہ نے ابھی نبوت کا اعلان نہیں کیا تھا، لیکن اس کے خیالات کا اندازہ اس مکالمہ سے ہوتا ہے جو اس نے آنحضور ﷺ سے کیا۔ وہ کہنے لگا: ”اگر آپ چاہیں تو ہمارے اور اس نبوت کے درمیان حائل نہ ہوں۔ پھر اپنے بعد یہ نبوت ہمارے سپرد کر دیں۔“ گویا اس نے سمجھوتہ کرنے کی کوشش کی اس پر حضور اکرم ﷺ نے جو کچھ فرمایا اسے امام بخاری رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اور آپ ﷺ اس کے پاس کھڑے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو مجھ سے یہ کلزا مانگے تو میں تجھے وہ بھی نہ دوں گا اور تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کیا ہے تو اس سے ہرگز تجاوز نہ کر سکے گا۔ اگر تو نے میری اطاعت سے روگردانی اختیار کی تو اللہ تجھے ہلاک کر دے گا۔ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا۔ یہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ ہیں، میری طرف سے تمہیں جواب دیں گے۔ اس کے بعد آپ ﷺ اس سے لوٹ گئے۔ بالآخر اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور حضور اکرم ﷺ کو خط لکھا۔

حضور اکرم ﷺ نے خط کا درج ذیل جواب لکھوایا: ”محمد رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مسیلہ کذاب کی طرف۔ ابا بعد! اسلام اس پر جو ہدایت کا اتباع کرے۔ بلاشبہ زمین اللہ کی ہے، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے عطا کر دے اور اچھا انجام پر ہیہز کرنے والوں کے لئے ہے۔“ [صحیح البخاری: ۳۷۷۳]

ڈاکٹر خالد علوی

اس مکالمے یا سودا بازی میں ناکامی کے بعد مسلمانوں نے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ میں مقیم بنو حنیفہ کے ایک شخص رجاء بن غنفوہ کو مسلمانوں کے پاس نصیحت کے لئے بھیجا، لیکن وہ وہاں جا کر اس سے مل گیا۔ مسلمانوں کی طاقت بڑھاتا رہا اور اس دوران میں حضور اکرم ﷺ کا وصال ہو گیا۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خلافت کی ذمہ داری سنبھالتے ہی سب سے پہلے مسلمانوں کی سرکوبی کا انتظام کیا۔ پہلے عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل اور پھر شریک بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو ان کی کمک کے لئے روانہ کیا۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کے جلدی کی وجہ سے مسلمانوں کو پسپائی ہوئی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید کو مسلمانوں سے نینٹے کے لئے بھیجا۔ مسلمانوں کی جنگی تیاری کا یہ حال تھا کہ صرف قبیلہ ربیعہ کے ۴۰ ہزار جنگجو اس کے ساتھ تھے۔ دیگر کئی قبائل کے لوگ ان کے علاوہ تھے۔ کئی لوگ جو اسے جھوٹا سمجھتے تھے مگر محض قبائلی عصبیت کی وجہ سے ساتھ ہو گئے تھے۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا لشکر صرف ۱۳ ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ مسلمانوں نے اسلامی فوجوں پر زبردست حملہ کیا، لیکن مسلمان اس پامردی سے لڑے کہ بالآخر مسلمانوں کی فوجوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مسلمانوں کے خلاف مسلمانوں کی یہ جنگ جو تاریخ میں جنگ یمامہ کے نام سے مشہور ہے۔ ذی الحجہ ۱۱ ہجری میں ہوئی۔ اس کی شدت خونریزی اور جانی نقصان کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس میں مسلمانوں کی فوج کے ستر ہزار آدمی مارے گئے جب کہ ایک ہزار سے زائد صحابہ و تابعین شہید ہوئے جن میں خطیب رسول ﷺ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

جنگ یمامہ میں قراء صحابہ و تابعین کی بڑی تعداد شہید ہوئی تھی جس کی تلافی ممکن نہ تھی۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ نقصان برداشت کیا، لیکن توہین رسالت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مسلمانوں کے علاوہ دیگر جھوٹے مدعیان نبوت کو بھی کفر کر دار تک پہنچایا۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ کی نافرمانی کرنے والے منکرین زکوٰۃ اور مرتدین کے خلاف بھی قتال کا حکم دیا۔ خلافت راشدہ کے بقیہ عہد میں مسلمان اس قدر غالب تھے کہ کسی شخص کو توہین رسالت ﷺ کی جرأت نہ ہوئی۔ جہاں کہیں اکاؤنڈا کا ارتداد کی کوششیں ہوئیں، انہیں پوری قوت کے ساتھ ختم کر دیا گیا۔

بنو امیہ کا عہد اسلامی سلطنت کی وسعت اور استحکام کا عہد ہے۔ اس عہد میں تابعین، محدثین و فقہاء کی ایک بڑی تعداد قرآن و سنت کی تعلیمات کو منضبط کرنے اور اجتہاد کے اصولوں کی بنیاد رکھنے میں مصروف تھی۔ اس عہد میں غیر مسلموں کی بڑی تعداد حلقہ بگوش اسلام ہو رہی تھی اور اس کے ساتھ حسد و عناد کی چنگاریاں بھی اڑتی تھیں۔ لہذا جہاں کہیں توہین رسالت کا ارتکاب ہوتا تو اس کی سزا ملتی۔ اسی طرح عہد بنی عباس کے ابتدائی برس استحکام معاشرت و سیاست کے لحاظ سے مثالی تھے۔ مجوسیوں اور بعض لادینوں کی طرف سے کبھی کبھی اسلامی اقدار کے خلاف باتیں ہوئیں، لیکن زندہ کی پوری کاوش کو ختم کر دیا گیا تھا۔

خلافت راشدہ کے بعد اگرچہ اسلامی نظام حکومت میں کمی آگئی تھی، لیکن ناموس رسالت ﷺ کی حفاظت ایک تہذیبی قدر کے طور پر مسلمان معاشروں میں مستحکم رہی۔ کسی حکمران کو اس مسئلہ پر کمزوری دکھانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ علماء و فقہاء امت اور محدثین و متکلمین ملت کا مضبوط موقف تھا۔ ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کو قانونی حیثیت حاصل تھی۔ تمام ائمہ، فقہاء و محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ شاتم رسول واجب القتل ہے اور اسے یہ سزا بطور حد دی جائے گی۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے امام مالک رحمہ اللہ کا وہ قول نقل کیا ہے جو انہوں

— مئی، جون ۲۰۱۷ء —

نے ہارون الرشید کے سوال کے جواب میں کہا تھا:

خلیفہ ہارون الرشید نے امام مالک رحمہ اللہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس نے نبی اکرم ﷺ کو سب و شتم کیا اور رشید نے یہ بھی ذکر کیا کہ عراق کے فقہاء نے اسے فتویٰ دیا ہے کہ اسے کوڑے مارے جائیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کو غصہ آیا اور فرمایا اے امیر المؤمنین! نبی کو گالی دینے کے بعد اُمت کی بقا کس کام کی؟ جو نبیوں کو گالی دے اسے قتل کر دیا جائے اور جو اصحاب رسول کو گالی دے اسے کوڑے لگائے جائیں۔ ہر دور کے فقہاء اس پر متفق رہے ہیں۔ دور حاضر کے بڑے فقیہ شیخ و ہبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

اور اکثر حنفی فقہاء نے اسی بناء پر اس ذی کو جو نبی اکرم ﷺ کو برا بھلا کہے، قتل کرنے کا فتویٰ دیا ہے، اگرچہ وہ گرفتاری کے بعد مسلمان بھی ہو جائے۔ گرفتاری کے بعد مسلمان ہونے کی صورت میں اس کو سیارۃ قتل کیا جائے۔ قاضی عیاض نے الشفاء میں علماء کا اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ جب مسلمان نبی اکرم ﷺ کو گالی دے تو اس کا قتل واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا﴾

”یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں، دنیا و آخرت میں ان پر اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ [الاحزاب: ۵۷]

مسلمان فقہاء کے ہاں اس سلسلے میں تفصیلی بحثیں موجود ہیں۔ عام طور پر اسے ارتداد کے زمرے میں شامل کر کے قتل کا فیصلہ دیا گیا ہے۔ قاضی عیاضؒ اور امام ابن تیمیہؒ نے رسول اللہ ﷺ کی توہین تنقیص کرنے والے کے قتل کا فیصلہ دیا ہے۔

اللہ ہمیں اور تجھے توفیق دے تو جان لے کہ وہ سب لوگ جو نبی مکرم ﷺ کی گستاخی کریں، سب و شتم کریں، عیب لگائیں یا آپؐ کی ذات، آپؐ کے نسب، آپؐ کے دین یا آپؐ کی کسی عادت میں نقص نکالیں، تعریض کریں یا بطور گالی آپؐ کو کسی شے سے تشبیہ دیں، آپؐ کی شان میں کمی کریں یا آپؐ کی ذات میں کمزوریاں نکالیں یا عیب کی نسبت کریں تو یہ سب باتیں سب و شتم میں شامل ہیں اور ان کا حکم سب و شتم کا ہوگا اور اسے قتل کیا جائے گا۔

ہماری ذمہ داریاں

چونکہ حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہمارے ایمان کی اساس، محبت و اطاعت کا مرکز اور ہمارے تہذیبی تشخص کی علامت ہے، اس لئے اُمت مسلمہ نے اپنی پوری باختیار تاریخ میں اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ توہین رسالت کرنے والا بیخ کن نہ جائے۔ مسلم سپین میں عیسائی پادریوں نے ایک منصوبے کے تحت توہین رسالت کا ارتکاب شروع کیا تھا۔ مسلمان قاضیوں نے اسلامی قانون کے مطابق سزائیں دیں اور مسلمان حکمرانوں نے انہیں نافذ کیا۔

سپین میں شامت رسول ﷺ کی تحریک ۲۳۳ھ/۸۵۰ء میں شروع ہوئی اور ۲۳۶ھ/۸۶۰ء میں ختم ہوئی۔ لین پول نے اس پر مفصل مضمون لکھا ہے۔ ہم یہاں اس کے کچھ حصوں کا مختص نقل کرتے ہیں:

”اندلس میں عیسائیوں کو اپنے مذہبی مراسم آزادی سے انجام دینے کی جو رعایتیں حاصل تھیں ان کی طابع کی کج ردی سے اس کا نتیجہ برعکس نکلا۔ اندلس کے پادری کلیساؤں کے پچھلے اقتدار کو بحال کرنے کے خواہاں تھے، لیکن اسلامی

ڈاکٹر خالد علوی

حکومت کی اس روادارانہ روش سے ان کو عیسائیوں کے جذبات کو برا بھانتہ کرنے کا موقع نہیں مل سکتا تھا، اس لئے انہوں نے چند غالی مسیحیوں میں یہ خیالات پیدا کئے کہ مذہب کی اصل روح تکلیفیں اٹھانے سے پیدا ہوتی ہے۔ چاہئے کہ حکمرانوں کو مشغول کر کے انسانی جسم اور گوشت پوست کو تکلیفیں پہنچائی جائیں تاکہ روح کا تزکیہ و تقدیس ہو سکے۔ اس تحریک کا بانی قرطبہ کا ایک راہب بولو جس تھا۔ وہ مجاہدے کی راہبانہ زندگی کی وجہ سے عیسائیوں میں عقیدت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ اس نے چند نو جوانوں میں فدائیت کا جذبہ پیدا کیا کہ اپنی روح کو پاک کرنے کے لئے اس نئے دین اسلام اور اس کے داعی علیہ السلام پر سب و شتم کریں اور قتل ہوں، گویا یہ نو جوان مسیح علیہ السلام کی پیروی میں اپنی جانوں کو قربان کرنے کے لئے صلیب پر چڑھ جائیں۔“

امیر عبدالرحمن الاوسط کے عہد میں شروع ہونے والی یہ تحریک اس کے بیٹے امیر محمد عبدالرحمن کے عہد میں ختم ہوئی۔ مسلم سپین پر لکھنے والے تمام مصنفین نے اس تحریک کا ذکر کیا ہے۔ شیٹلے لین پول، ہیرلڈ لیور مور، نسیٹیکو پیڈیا برٹانیکا وغیرہ نے خصوصیت سے ان مقتولین کا تذکرہ کیا ہے۔

توہین رسالت پر سزا دینے کے سلسلے میں علماء و فقہاء میں اتفاق تھا اس لئے کسی مجرم کے لئے بیچ نکلنے کی کوئی صورت نہ تھی۔ اس معاشرتی، اخلاقی اور قانونی وباؤ کی وجہ سے کوئی حکمران سزا کو نہیں ٹال سکتا تھا۔ اس کی مثال اکبر کا عہد ہے۔ اکبر ایک لادین حکمران تھا۔ وہ نہ صرف ہندوؤں کے لئے نرم گوشہ رکھتا تھا بلکہ اسلام کی بہت سی چیزوں سے باغی تھا۔ اس کے عہد میں ایک برہمن نے رسول اکرم ﷺ کی توہین کی اور اکبر اپنے تمام تر جلال بادشاہی کے باوجود اس شاتم رسول کو سزا سے نہ بچا سکا۔ اس عہد کا تاریخ نگار عبدالقادر بدایونی رقم طراز ہے:

عبدالرحیم قاضی مہر نے شیخ عبدالغنی قاضی القضاۃ کے پاس ایک استغاثہ بھیجا، جس میں بیان کیا گیا تھا کہ وہاں مسلمان ایک مسجد کی تعمیر کا ارادہ کئے ہوئے تھے، لیکن ایک سرکش مالدار برہمن نے سارا عمارتی ساز و سامان اٹھوا لیا اور اس سے صنم کدے کی تعمیر شروع کرادی۔ میں نے جب اس کے خلاف تادیبی کارروائی کا ارادہ کیا تو اس نے گواہوں کی موجودگی میں حضور اکرم ﷺ کو برا بھلا کہنا شروع کیا اور مسلمانوں کی سخت توہین کی۔ شیخ موصوف نے اس کو طلب کیا، لیکن اس نے پیش ہونے سے انکار کر دیا جس پر بادشاہ نے پیر بل اور شیخ ابوالفضل کو بھجوا دیا اور وہ اسے لے آئے۔ شیخ ابوالفضل نے جو کچھ گواہوں سے سنا تھا بیان کیا اور کہا کہ اس بات کی تحقیق ہوگئی ہے کہ اس نے گالیاں دی تھیں۔ اس کی سزا کے بارے میں علماء کے دو گروہ ہو گئے تھے۔ ایک نے اسے واجب القتل قرار دے کر سزائے موت کا مطالبہ کیا اور دوسرا اس کے خلاف تعزیر اور جرمانے پر زور دے رہا تھا۔ اس بحث میں معاملہ طول پکڑ گیا اور شیخ نے بادشاہ سے اس کے قتل پر اصرار کیا۔ بادشاہ نے صراحتاً اس کی اجازت نہ دی اور گول مول کہ دیا کہ شرعی سزا کا تعلق تم سے ہے، ہم سے کیا پوچھتے ہو؟ وہ برہمن اس جھگڑے میں مدتوں قید میں پڑا رہا۔ شاہی محل کی بیگمات اس کی رہائی کے لئے سفارشیں کرتی رہیں، لیکن بادشاہ شیخ کا بہت لحاظ کرتا تھا اس لئے اس نے رہائی کا حکم بھی نہیں دیا۔ شیخ نے جب اس کے قتل کے لئے زیادہ اصرار کیا تو بادشاہ نے وہی جواب دیا کہ ہم تو پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ تم جو مناسب جانو کرو جس کے بعد شیخ نے فوراً ہی اس برہمن کے قتل کا حکم دے دیا اور اس کی تعزیر میں اس کی گردن مار دی گئی۔ ہندو رانیوں اور خوشامدی درباریوں کے اکسانے کے باوجود اکبر جیسے مستبد بادشاہ کو بھی یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ شیخ سے اس بارے میں باز پرس کر سکے، کیونکہ علماء کی اکثریت قاضی القضاۃ کی تائید میں تھی۔

مئی، جون ۱۹۸۵ء

مسلمان سلاطین کے عہد میں تو بین رسالت جیسے عمل کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہ دور استعمار اور مسلمانوں کی غلامی کے کرشمے ہیں کہ ان کے مقدسات معرض نقد میں ہیں۔ استعماریوں نے جہاں جہاں بھی قدم جمائے وہیں مسلمانوں کے تہذیبی مظاہر کا مذاق اڑایا۔ سلطنت انگریز کی، عدالتیں انگریز کی، جج ہندو، سکھ اور انگریز، کس سے داد فریاد کریں۔ مسلمانوں کی اجتماعیت نے اس صورت حال میں بھی اپنے موقف میں تبدیلی نہ کی اور برصغیر کی ملت اسلامیہ کے افراد اپنی انفرادی جرأت و ہمت سے تو بین رسالت ﷺ کے مرتکب کو واصل جہنم کر کے شہادت کا مرتبہ پاتے رہے۔ ان حالات میں معاشرے کے مؤثر دینی و معاشرتی طبقات کو اپنی حکمت عملی طے کرنی چاہئے۔ علماء، دانشور، صحافی، معاشرتی و سیاسی رہنما اور دین دار صاحبان مال و ثروت متحد ہو کر تو قیر مصطفیٰ کے لئے کام کریں، ناموس رسالت ﷺ کا دفاع کریں اور اسلام دشمن سازشوں کا سد باب کریں۔ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل اقدامات کئے جاسکتے ہیں۔

① انفرادی اور اجتماعی طریقوں سے ارباب اختیار پر دباؤ بڑھایا جائے تاکہ وہ امت مسلمہ کے متفقہ موقف سے انحراف نہ کریں اور خواہاں نہ خواہاں مسلمانوں کے اجتماعی فیصلے کا ساتھ دیں۔ انفرادی ملاقاتیں اور جلسے و جلوس دونوں طریقے اختیار کئے جائیں۔ مذہبی جماعتیں اگر پریشر گروپ (Pressure Group) کی حکمت عملی سے کام کریں تو حکام کے لئے ملک فروشی کے طرز عمل کو جاری رکھنا مشکل ہوگا۔

② اسلام اور موجودہ کافرانہ کشمکش میں جو بین الاقوامی عنصر ہے اس کا مقابلہ ملی وحدت سے ہی کیا جاسکتا ہے۔ ہمارے ہاں جو فرقہ وارانہ تقسیم ہے اس نے دلوں میں نفرت اور کدورت کے الاؤ بھڑکا رکھے ہیں۔ اس وقت انہیں ٹھنڈا کرنے کی اور متحدہ موقف اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ بریلویوں اور دیوبندیوں میں گستاخی رسول کے عنوان سے جو مصنوعی جنگ ہے، اسے ختم ہونا چاہئے اور بریلوی اور دیوبندی واعظین کو اپنی خطابت کے جوہر اہل کفر کے خلاف دکھانے چاہئیں۔ ہمارے اہل دین خود ساختہ اختلافات کو ختم کر کے وحدت کو مستحکم کریں۔

③ چونکہ حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہمارے ایمان کی اساس، محبت و اطاعت کا مرکز اور ہمارے تہذیبی تشخص کی علامت ہے اس لئے تو بین رسالت کے مسئلہ پر کسی طرح کی مفاہمت قابل قبول نہیں۔ اہل علم، اساتذہ، میڈیا کے ذمہ داران اور دینی رہنما ملت کے مختلف طبقات کو تو قیر مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں آگہی مہیا کریں اور مستحکم کریں۔ تو قیر مصطفیٰ ﷺ امت مسلمہ کے اجتماعی ضمیر میں نقش ہے، اسے انفرادی سطح پر بھی شعوری طور پر مستحکم کیا جائے تاکہ امت مسلمہ کا ہر فرد تو بین رسالت کے مسئلہ پر کسی تردد کا شکار نہ ہو اور اسے مکمل طور پر رد کر دے۔

④ ارباب اختیار نے اسلام دشمن قوتوں کے ایجنڈے کے نفاذ کا جو طریقہ کار اختیار کیا ہے اس میں ایک یہ بھی ہے کہ بعض نام نہاد دانشوروں کو آمادہ کیا کہ اس مسئلہ کے علمی پہلوؤں میں الجھاؤ پیدا کریں۔ مسلم اہل علم کی ذمہ داری ہے کہ ان کے اٹھائے ہوئے اعتراضات کا جواب دیں، اس کی غلط تعبیرات کی توضیح کریں اور ان کے پیدا کردہ فکری الجھاؤ کو دور کریں۔

⑤ میڈیا کو اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔ مثبت طور پر آگہی مہیا کرنے کے علاوہ تو قیر مصطفیٰ ﷺ کا شعور پیدا کرنے کا انتظام کیا جائے اور تو بین رسالت کے قانونی اور تہذیبی اثرات سے بھی باخبر کیا جائے۔

ڈاکٹر خالد علوی

ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ اہل کفر کے عزائم پہچانیں اور اپنے معاشرہ کو سیاسی و معاشی طور پر مستحکم کریں۔ قرآن مجید نے مسلمانوں کو اہل کفر کے عزائم کے بارے میں واضح طور پر خبردار کیا ہے۔ مندرجہ ذیل آیت کا مصداق تو حضور اکرم ﷺ کے عہد کے کفار ہیں، لیکن اس سے عمومی رہنمائی بھی حاصل ہوتی ہے، کیونکہ قرآن ابدی صداقتوں کا امین ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِشْكُرُوا لِلّٰهِ فَمِنَّا قَلِيْلًا قَصِيْدًا وَّاَعَنْ سَبِيْلَهُ اِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [التوبة: ۹]

”اگر یہ تم پر غلبہ پالیں تو قربت کا لحاظ کریں نہ عہد کا۔ یہ منہ سے تو تمہیں خوش کر دیتے ہیں، لیکن ان کے دل ان باتوں کو قبول نہیں کرتے اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں۔“

قرآن کفار کی نفسیات اور مسلمانوں کے بارے میں ان کے رویوں کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

کفار کے بارے میں جانتے ہوئے بھی ان کی خوشامد کرنا اور ان کو راضی رکھنے کے لئے تیگ و دو کرنا مسلمان کے لئے نازیبا ہے۔ مسلمان کے لئے تو ضروری ہے کہ وہ اپنے ایمان کی پختگی اور حضور اکرم ﷺ کے ساتھ وفادارانہ وابستگی کے ساتھ اپنی قوت کو مجتمع کرے۔ بے سبب تصادم کی ضرورت نہیں، لیکن اگر جارحانہ اقدام ہوں تو پھر مناسب حکمت عملی کے ساتھ جواب ضروری ہے۔ قرآن مجید نے اس جانب توجہ دلائی ہے، جب یہ فرمایا:

”اور جہاں تک ہو سکے بذریعہ قوت اور گھوڑوں کے تیار رکھنے سے ان کے خلاف مستعد رہو کہ اس سے اللہ کے دشمنوں اور تمہارے دشمنوں اور ان کے سوا اور لوگوں پر جن کو تم نہیں جانتے اور اللہ چاہتا ہے، ہیبت بیٹھی رہے اقبالؑ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے:

رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم

عصا نہ ہو تو کلیسیا ہے کارِ بے بنیاد

حضور اکرم ﷺ کی عزت و حرمت پر کسی طرح کی مفاہمت اور کمزوری امت مسلمہ کو بے وقار کر دے گی اور پرتشدد کفر کو حوصلہ ہوگا کہ وہ مزید اقدام کرے۔

روشن جیوں پہ حرف شہادت کریں گے ہم
یوں مصحف نبی کی تلاوت کریں گے
اپنے لہو کے آخری قطرے تک ریاض
ناموس مصطفیٰ کی حفاظت کریں گے ہم
[ریاض حسین چودھری]